

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیخا

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ

ہمارا مقصد.....

خالق کی عبادت
مخلوق کی خدمت

سہ ماہی
رسالہ



فروری

2023

الجامعۃ المکیہ کا علمی و روحانی ترجمان سہ ماہی رسالہ

کنز المعارف

خانقاہ راہ سلوک، قادری نگر، چاندپور، مراد آباد، یوپی۔

شماره نمبر	عنوانات	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	حمدِ باری تعالیٰ	علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی	۳
۲	مدح خیر الانام	امام احمد رضا فاضل بریلوی	۴
۳	فکرو آگہی	مرشدِ گرامی صوفی شاہ محمد ظہیر عالم قادری	۵
۴	اداریہ	ابوالوفا ہندی	۶
۵	حسن اخلاق	محمد شاداب رضا قادری	۸
۶	قرآن اور سائنس	ندیم اشرف قادری	۱۱
۷	شعبان المعظم کی بہاریں	احمد رضا قادری امجدی	۱۶
۸	خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی مقام	عمدۃ السالکین، محمد مسعود الحسن قادری صابری	۱۹
۹	سلطان الہند	محمد جمشید رضا قادری	۲۱
۱۰	تصوف کیا ہے؟	محمد ساجد قادری	۲۵
۱۱	رمضان	محمد ثابت قادری	۳۴
۱۲	موسم گرما	محمد امن قادری	۳۸
۱۲	ہمارا ملک ہندستان	محمد مونس رضا قادری	۳۹

حمد باری تعالیٰ

اے خداوند جہاں اے خالق لیل و نہار

ہو نہیں سکتی تری حمد و ثنا ہے بے شمار

تو دو عالم کا حقیقی مالک و مختار ہے

ذرے ذرے پر ترا چلتا ہے حکم و اقتدار

تو نے بخشی ہے فلک کے چاند تاروں کو چمک

تیرے قدرت سے گل و غنچہ پہ آتا ہے نکھار

رحمت عالم کے دامن کرم کا واسطہ

بخش دے میرے گناہوں کو ہوں نادم شرم سار

کھول دے میری دعاؤں کے لیے باب قبول

عرض کرتا ہوں ترے آگے بچشم اشک بار

مدح خیر الانام

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقرر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں
ترے آگے یوں ہیں دبے لپے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں
کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گداہوں اپنے کریم کامرادین پارہ ناں نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

فکر و آگہی

آج کی اس مادی دنیا میں انسان اپنی حقیقی و روحانی زندگی سے اس قدر نابلد و نا آشنا ہو گیا کہ جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا، نئی نسل کے اندر لادینیت اور دہریت کے یلغار نے دینی افکار و نظریات کو مفلوج کر کے رکھ دیا، یہی وجہ ہے کہ آج پوری انسانیت قلبی سکون و راحت کیلئے ترس رہی ہے لیکن کوئی پرسانِ حال نظر نہیں آتا،

عصر حاضر کے معروف اور عظیم سائنس دان ڈاکٹر مارس بیوکائی کا یہ اعتراف دعوتِ فکر دیتا ہے جو اس نے مغربی تہذیب کی تباہ کاریوں کے پیش نظر انسانیت کے مستقبل کے متعلق تنبیہ کرتے ہوئے اپنی مشہور کتاب "بائبل، قرآن اور سائنس میں لکھا ہے کہ

موجودہ سائنس کے تحت ہونے والی مادی ترقی نے انسانی دماغوں کو جس قدر ناپاک کر دیا ہے انکو پاک کرنے کیلئے بڑی "روحانی قوت کی ضرورت ہے اور وہ اسلام کی تعلیمات سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا روحانی نظام یعنی تصوف ہی موجودہ سائنس کی طرح انسان کو روحانی مشاہدات تک پہنچا کر اسے عین الیقین اور حق الیقین کے درجے پر فائز کر سکتا ہے اور مادیت زدہ ناپاک باطن اسی کے توسط سے پاکیزگی کی نعمت سے ہمکنار ہو سکتے ہیں، لیکن دور حاضر میں چونکہ خالص فلاح و تقویٰ کی طرف ملت اسلامیہ کو مدعو کرنا نہایت ہی مشکل امر ہے لہذا ان مشکلات کا ازالہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ عملی تصوف کو روحانی تربیت کے ذریعے جدید تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے متعارف کرایا جائے تاکہ اس دورِ زوال میں امتِ مسلمہ کو پھر سے رازی، غزالی، رومی، جیلانی، ہجویری، مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ جمعین جیسے مردانِ حق میسر آسکیں، تاریخ کے اس اہم موڑ پر اس وقت تجدید و احیائے دین اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت جیسی غیر معمولی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے والے افراد اور اداروں کو وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اسلام کی پیاسی اور روحانی سکون کیلئے ترستی ہوئی انسانیت کو اسلام کے چشمہ صافی تک پہنچانے کا فریضہ پوری دیانت اور خلوص سے سرانجام دینا چاہیے۔

فقیر محمد ظہیر عالم قادری چشتی برکاتی

بانی تحریکِ راہِ سلوک

اسلام نے ہر دور میں اپنے فدا یوں کو نئی آن اور نئی شان بخشی ہے لیکن کس بنیاد پر جانتے ہیں آپ؟

اس بنیاد پر کہ یہی جانثارانِ اسلام یعنی صوفیاء و صلحاء کرام امت کے مستقبل کا روشن آفتاب بنے رہے، ملتِ بیضا کی سفینہٴ حیات کے کھیون ہار بنے رہے، اقوامِ عالم کے ماتھے پر انہیں کا نور تھا، انہیں کے اندر رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی خلافت اور سچی جانشینی کا ظہور تھا کیونکہ حقیقی معنوں میں اسی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے علماء ربانی کہا ہے اور "العلماء ورثۃ الانبیاء" کا تمغہ انہیں کو زیب دیتا ہے،

وہیں پر عصرِ حاضر کا بھی اب جائزہ لیتے چلیں، مدارس سے فارغ التحصیل ہوئے سند مل گئی، فکرِ معاش کے شکار ہوئے جگہ کی تلاش شروع ہوئی، مسجد و مدرسہ میسر آئے تو کسبِ معاش میں لگ گئے، اب قوم کے یہی رہنما تدریس یا امامت کیلئے آگے آئے تو یہاں کسبِ رزقِ حلال کی فرضیت یاد آئی اسکے علمی دلائل ذہن میں آئے اور "فکرِ معاش بد بلا" کے کارِ خیر میں قدم رنجہ ہوئے، اسی تگ و دو میں پیچھے پلٹ کر دیکھا تو امامت و تدریس میں پندرہ بیس سال گزر گئے۔۔۔ لیکن افسوس کہ ہمارا باطن بدستور سیاہ رہا، قلب کی آلائش اور رذیل خصلتوں سے نجات نہیں ملی، جبکہ غوث و خواجہ کے مبارک ناموں کی فاتحہ اور ایصالِ ثواب کی برکتیں خوب حاصل ہوئیں لیکن ہمارے اخلاق و کردار میں بزرگوں کی روش اور انکی طرزِ زندگی کا کوئی گوشہٴ نظر نہیں آتا تو بھلا انکی غلامی دم بھرنا ہمیں کیسے زیب دے سکتا ہے،

جب تک ہمارا زنگ آلود سینہ ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے محبتِ اولیاء اور عشقِ رسالت سے لبریز نہ ہو تب تک ہم صاحبِ اسرار نہیں ہو سکتے،

لیکن الحمد للہ عالمی غیر سیاسی تحریکِ راہِ سلوک نے جب سے امت کو عملی تصوف و سلوک کا جامِ پلانے کا بیڑا اٹھایا ہے تب سے سینکڑوں فرزندانِ توحید تیار ہو گئے ہیں۔

مولیٰ کریم پوری امت کو اس راہِ تصوف پر گامزن فرمائے۔

بجاء النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سائلک محمد نوشاد عالم قادری سعدی

(ابوالوفا ہندی)

خادم التدریس: جامعہ ہذا

حسن اخلاق

انسانی زندگی میں حسن اخلاق کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہر مذہب ہر دھرم کے لوگ بلکہ اس دنیائے انسانیت میں بسنے والا ہر شخص حسن اخلاق و کردار اور اچھے برتاؤ کا قائل ہے اور یقیناً کسی کو بھی اس سے انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ اخلاقی خوبیوں کو حاصل کرنا فطرتِ انسانی کا اہم تقاضہ ہے۔ اسکے بغیر انسان میں خوبی نہیں آتی

اگر کوئی انسان حسین و خوبصورت دکھنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ حسن اخلاق کو اپنا شعار بنائے۔ کیونکہ خوبصورتی اخلاق و کردار کی ہوتی ہے ناکہ رنگ و روپ کی۔

حسن اخلاق کا معنی

حسن کہتے ہیں اچھائی، خوبصورتی کو

اخلاق خلق کی جمع ہے خلق کہتے ہیں رویے، برتاؤ، عادت کو

مطلب ہوا کہ اچھا اخلاق، اچھی عادت، اچھا برتاؤ، اچھا رویہ۔

آج کل لوگوں نے حسن اخلاق کے مفہوم کو بہت محدود کر کے رکھ دیا ہے اور وہ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ حسن اخلاق کا مطلب صرف لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا، شفقت و مہربانی سے معاملہ کرنا، مسکرا کر بات کر لینا، ہمدردی کے الفاظ کہ دینا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حسن اخلاق کا مفہوم بہت وسیع ہے اور اپنے اندر پوری انسانی زندگی کو سمیٹے ہوئے ہے

ہم کو اخلاقِ حسنہ اختیار کرنا چاہیے کیونکہ دین اسلام نے اس کی بہت ترغیب دی ہے اور یہ شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ایک ہے کیونکہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا بلکہ حسن اخلاق سے پھیلا ہے

آقا علیہ السلام کے حسن اخلاق کو دیکھ کر لاتعداد کفار داخل اسلام ہوئے آپ پر بہت تشدد کیا گیا مگر آپ نے حسن اخلاق کا مظاہرہ کیا آپ پر پتھر برسائے گئے یہاں تک کہ آپ کی نعلین مبارک میں خون بھر گیا

اور ایک مرتبہ بحالتِ سجدہ ایک کافر نے آپ کے اوپر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی مگر آپ نے حسنِ اخلاق سے کام لیا

حسنِ اخلاق کی اہمیت کے مدِ نظر کچھ احادیث آپ کی نظر عنایت کرنا چاہتا ہوں

حدیث: ہمارے پیارے آقا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تاکہ حسنِ اخلاق کی تکمیل کر دوں

حدیث: مزید آقا علیہ السلام فرماتے ہیں

میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں

اللہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ بندہ وہ ہے جس کے اخلاق سب اچھے ہوں

کل قیامت کے دن میزانِ عمل پر تولی جانی والی چیزوں میں سب سے زیادہ وزنی چیز اچھے اخلاق ہونگے۔ اس لئے اچھے اخلاق والا شخص روزہ دار اور نمازی کے درجے تک پہنچ جاتا ہے

خلق کی تین قسمیں ہیں

خلق حسن: کسی نے آپ کو تکلیف پہنچائی اور آپ نے اس کا بدلہ لے لیا

خلق کریم: کسی نے آپ کو تکلیف پہنچائی آپ نے اسے معاف کر دیا

خلق عظیم: کسی نے آپ کو تکلیف پہنچائی اور آپ نے اسے معاف کر دیا اور اس پر احسان بھی کر دیا

خلق عظیم کسی کے ساتھ خاص نہیں ہوا اور نہ ہی ہو گا سوا

ہمارے کریم آقا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بس آپ ہی کے ساتھ خاص ہوا

اور ہمارے آقا اخلاق کے عظیم درجے پر فائز تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ (وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ) ترجمہ اور بیشک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں یعنی آدابِ قرآنی سے مزین اور اخلاقِ الہیہ سے متصف تھے

مزید ایک بزرگ کا قول نقل کیے دیتا ہوں

ابنِ عطاء علیہ الرحمہ نے اپنے مریدوں سے سوال کیا کہ بندوں کے مراتب کس شئی سے بلند ہوتے ہیں کسی نے جواب دیا کہ صائم الدھر رہنے سے، کسی نے کہا کہ ہمیشہ نماز میں مشغول رہنے سے، کسی نے کہا کہ خیرات و صدقات جاری رکھنے سے لیکن آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا: صرف اس کو بلند مراتب حاصل ہوتے ہیں جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ مرشدِ کریم کے صدقے ہم سب کو اچھے اخلاق والا بنائے آمین

مضمون نگار۔ محمد شاداب رضا قادری

جماعت فضیلت

قرآن اور سائنس

بہت سے لوگ قرآن کی غیر معمولی زبان کو اور اس کے کلام الہی ہونے کو نہیں مانتے۔ کوئی بھی کتاب جو کلام الہی ہونے کا دعویٰ کر رہی ہو تو وہ منطق اور دلیل کے لحاظ سے بھی قابل قبول ہونی چاہئے

جیسا کہ آپ جانتے ہیں مشہور سائنسی محقق اور نوبل انعام یافتہ البرٹ آئنسٹائن کے مطابق سائنس مذہب کے بغیر لنگڑی ہے اور مذہب سائنس کے بغیر اندھا ہے

اسی لیے آئیے پہلے قرآن مجید کا مطالعہ کریں اور اس بات کا جائزہ لیں کہ قرآن اور جدید سائنس میں مطابقت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے یا نہیں۔ قرآن سائنس کی کتاب نہیں یا یہ نشانیوں یعنی آیات کی کتاب ہے۔ قرآن مجید میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) آیات ہیں، جن میں ایک ہزار سے زائد سائنس کے متعلق ہیں، (یعنی ان میں سائنسی معلومات موجود ہیں)

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو معجزوں کا معجزہ ہے اور یہ انسانوں کے لیے ایک رحمت نازل کی گئی ہے اسی لیے آئیے ہم اس عقیدے کو صحیح یا غلط ثابت کرنے کے لیے تحقیق کریں۔

(Astronomy) فلکیات، پھیلتی ہوئی کائنات

1925 عیسوی میں امریکی ماہر طبیعیات

ایڈون ہبل نے اس علم کا مشاہدہ کیا اور ثبوت فراہم کیا کہ تمام کہکشائیں ایک دوسرے سے دور ہٹ رہی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ یہ بات آج مسلمہ سائنسی حقائق میں شامل ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ قرآن پاک میں کائنات کی فطرت اور خاصیت کے حوالے سے کیا ارشاد ہوتا ہے۔

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ

سورة، الذریت آیت 47

ترجمہ: ”اور آسمانی کائنات کو ہم نے بڑی قوت کے ذریعہ سے بنایا اور یقیناً ہم (اس کائنات کو) وسعت اور پھیلاؤ دیتے جا رہے ہیں

عربی لفظ ”موسعون“ کا صحیح ترجمہ (”ہم وسعت اور پھیلاؤ دیتے جا رہے ہیں“) بنتا ہے اور یہ ایک ایسی کائنات کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی وسعتیں مسلسل پھیلتی جا رہی ہوں۔ دورِ حاضر کا مشہور ترین فلکی طبیعیات دان اسٹیفن ہاکینگ اپنی تصنیف اے بریف ہسٹری آف ٹائم میں لکھتا ہے یہ دریافت کہ کائنات پھیل رہی ہے بیسویں صدی کے عظیم علمی و فکری انقلابات میں سے ایک ہے

(Zoology) حیوانیات

جانوروں اور پرندوں میں معاشرے کا وجود بھی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ جانور اور پرندے بھی معاشروں کی شکل میں رہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان میں بھی ایک اجتماعی نظم و ضبط ہوتا ہے وہ مل جل کر رہتے ہیں اور مثل انسان کام بھی انجام دیتے ہیں۔

پروفیسر ہمبرگرنے اپنی کتاب پاور اینڈ فریجیلیٹی میں مٹن برڈ نامی ایک پرندے کی مثال دی ہے جو بحر الکاہل کے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ نقل مکانی کرنے والا یہ پرندہ 24,000 (چوبیس ہزار) کلومیٹر کا فاصلہ 8 کی شکل میں چکر لگا کر طے کرتا ہے۔ یہ اپنا سفر چھ ماہ میں پورا کرتا ہے اور مقام ابتدا تک زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کی تاخیر سے واپس پہنچ جاتا ہے۔ ایسے کسی سفر کے لیے پیچیدہ معلومات کا ہونا ضروری ہے۔ جو اس پرندے کے اعصابی خلیات میں محفوظ ہونی چاہئیں۔ یعنی ایک باضابطہ پروگرام کی شکل میں پرندے کے جسم میں موجود اور ہمہ وقت دستیاب ہوتی ہے۔ اگر پرندے میں کوئی پروگرام ہے تو کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اسے تشکیل دینے والے کوئی پروگرامر بھی یقیناً ہے۔

آئیے اب اسکو قرآن سے سمجھتے ہیں

(38) - وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَلُكُمْ ۚ

-: ترجمہ کنز الایمان

اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں اڑتا ہے مگر تم جیسی اُمّتیں (یعنی تمہارے جیسے رہتے ہیں)

Medicine - طب

شہد:- نوع انسانی کے لیے شفا

شہد کی کئی طرح کے پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے اسے اپنے ہی جسم کے اندر شہد میں تبدیل کرتی ہے شہد کو وہ اپنے چھتے میں بنے خانوں میں جمع کرتی ہے آج سے صرف چند صدیوں قبل ہی انسان کو یہ معلوم ہوا ہے کہ شہد اصل میں شہد کی مکھی کے پیٹ سے نکلتا ہے۔

-يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ۚ

سورة النحل آیت 69

ترجمہ: اس مکھی کے (پیٹ کے) اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کے لئے دوا پائی جاتی ہیں اور یہ نرم جراثیم کش دوا کا کام بھی کرتا ہے۔

دوسری جنگ عظیم میں روسیوں نے بھی اپنے زخمی فوجیوں کے زخم ڈھانپنے کے لیے شہد کا استعمال کیا تھا۔

(hydrology) آبیات

Water Cycle آبی چکر

آج ہم جس تصور کو آبی چکر کے نام سے جانتے ہیں اسے پہلے پندرہ سو اسی عسوی میں برنارڈ پتیلیسی نامی ایک شخص نے پیش کیا تھا اس نے بتایا کہ سمندروں سے کس طرح پانی بخارات میں تبدیل ہوتا ہے اور وہ کس طرح سرد ہو کر بادلوں کی شکل میں آتا ہے پھر یہ بادل خشکی پر آگے کی طرف بڑھتے ہیں، ان میں پانی کی تکثیف ہوتی

ہے اور بارش برستی ہے، یہ پانی جھیلوں، جھرنوں، ندیوں اور دریاؤں کی شکل میں آتا ہے اور بہتا ہوا واپس سمندر میں چلا جاتا ہے اس طرح پانی کا یہ چکر جاری رہتا ہے۔

آج ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ بارش کا پانی زمین پر موجود دراڑوں کے راستے رس رس کر زیر زمین پہنچتا ہے اور چشموں کی وجہ بنتا ہے۔ درج ذیل آیات قرآنی میں اس نکتے کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

وَالَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ

سورة الزمر آیت 21

ترجمہ:- کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کو سوتوں اور چشموں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کیا، پھر اس پانی کے ذریعے سے وہ طرح طرح کی کھیتیاں نکالتا ہے جن کی قسمیں مختلف ہیں۔

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَ فِي الْأَرْضِ وَآنَا عَلَى ذَهَابٍ بِهِ لَقَدِرُونَ

سورة المؤمنو آیت 18

ترجمہ:- اور آسمان سے ہم نے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اتارا اور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا، ہم اسے جس طرح چاہے غائب کر دیں۔

نتیجہ یہ کہ قرآن وہ کتاب ہے جو تدبر کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، قدرت اور سائنس سے متعلق ایسے بیانات پیش کرتی ہے سامعین کو متاثر اور ان کی عقلوں کو مطمئن کرتی ہے خواہ ان کا تعلق بارہ صدی سے ہو یا ساتویں صدی سے یہ قرآن پڑھنے والے کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ اس کتاب میں ہر چیز کا راز پوشیدہ ہے۔

اغیار اور قوم مسلم کے درمیان بس فرق اتنا ہے کہ وہ ہمارے کتابوں کو ہم سے زیادہ زیر مطالعہ رکھ کر سائنس پر تحقیق کرتے ہیں اور ہماری قوم خود اپنی وہ کتابیں نہیں پڑھتی جو دنیا میں سب سے زیادہ ہر علم کے لحاظ سے لائق ترجیح ہے۔

مضمون نگار:- ندیم اشرف قادری مکی

جماعت:- عالمیت

شعبان المعظم کی بہاریں

شعبان، شعب سے بنا ہے جس کے معنی ہے گھاٹی چونکہ اس مہینہ میں خیر و برکت کا عمومی نزول ہوتا ہے اس لئے اسے شعبان کہا جاتا ہے جس طرح گھاٹی پہاڑ کا راستہ ہوتی ہے اسی طرح یہ مہینہ خیر و برکت کا راستہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اس مہینہ کو شعبان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں روزہ رکھنے والے کے لئے بہت سی شاخوں کی طرح پھوٹی ہے یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔“

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیائے عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم شعبان المعظم بالخصوص اس کی پندرہویں (15 ویں) رات میں عبادات کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو شعبان المعظم سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ رکھتے نہ دیکھا۔ (ترمذی، ج 2، ص 182، حدیث: 736) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید فرماتی ہیں: ایک رات میں نے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو نہ پایا۔ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تلاش میں نکلی تو آپ مجھے جنت البقیع میں مل گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں (15 ویں) رات آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے، پس قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔ (ترمذی، ج 2، ص 183، حدیث: 739 ملقطاً) معلوم ہوا کہ شبِ براءت میں عبادات کرنا، قبرستان جانا سنت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج 2، ص 290)

بزرگانِ دین کے معمولات بزرگانِ دین رحمہم اللہ المبین بھی یہ رات عبادتِ الہی میں بسر کیا کرتے تھے حضرت سیدنا خالد بن معدان، حضرت سیدنا لقمان بن عامر اور دیگر بزرگانِ دین رحمہم اللہ المبین شعبان المعظم کی پندرہویں (15 ویں) رات اچھا لباس پہنتے، خوشبو، سرمہ لگاتے اور رات مسجد میں (جمع ہو کر) عبادت کیا کرتے تھے۔ (ماذانی شعبان، ص 75) امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز بھی شبِ براءت میں عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ (تفسیر روح البیان، پ 25، الدخان، تحت

اہل مکہ کے معمولات تیسری صدی ہجری کے بزرگ ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق فاکہی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: جب شبِ براءت آتی تو اہل مکہ کا آج تک یہ طریقہ کار چلا آ رہا ہے کہ مسجدِ حرام شریف میں آجاتے اور نماز ادا کرتے ہیں، طواف کرتے اور ساری رات عبادت اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتے ہیں، ان میں بعض لوگ 100 رکعت (نفل نماز) اس طرح ادا کرتے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھتے۔ زم زم شریف پیتے، اس سے غسل کرتے اور اسے اپنے مریضوں کے لئے محفوظ کر لیتے اور اس رات میں ان اعمال کے ذریعے خوب برکتیں سمیٹتے ہیں۔ (اخبار مکہ، جز: 3، ج: 84، 2 ملخصاً)

درودِ پاک پڑھنے کا مہینہ

درودِ پاک پڑھنا افضل ترین اعمال میں سے ہے اور ماہِ شعبان المعظم کو درودِ پاک پڑھنے کا مہینہ کہا گیا ہے، چنانچہ امام قسطلانی قدس سرہ التورانی نقل فرماتے ہیں: بیشک شعبان کا مہینہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا مہینہ ہے کہ آیت: (إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ) (پ: 22، الاحزاب: 56) اسی مہینے میں نازل ہوئی۔ (مواعظ لدنیہ، ج: 2، ص: 506)

شعبان المعظم میں کیا ہے؟

حضرت ابو معمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماہ شعبان نے بارگاہِ الہی میں عرض کی کہ اے میرے رب تو نے مجھے دو عظمت والے مہینوں یعنی رجب اور رمضان المبارک کے درمیان رکھا ہے تو تو نے میری کیا فضیلت رکھی، میں نے تجھ میں قرآن پاک کی تلاوت رکھ دی ہے۔ اسی مہینے میں روزہ بھی رکھا جاتا ہے چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے اور فرماتے کہ اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو کہ اللہ پاک اس وقت تک اپنا فضل نہیں روکتا جب تک تم اکتانہ جاؤ [بخاری]

شارح بخاری حضرت علامہ شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اس حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں، مراد یہ ہے کہ شعبان میں اکثر دنوں میں روزہ رکھتے تھے اسے تغیاکل یعنی سارے مہینہ کے روزے رکھنے سے تعبیر کر دیا جیسے کہتے ہیں فلاں نے پوری رات عبات کی جب کہ اس نے کھانا بھی کھایا ہو اور ضروریات سے فارغ بھی ہو اہلہذا اس حدیث میں اکثر کو کل کہہ دیا گیا اور اگر کوئی پورے شعبان کے روزے رکھنا چاہے تو اس کو ممانعت بھی نہیں۔ اسی ماہ معظم کے اندر ایک عظیم رات شب برات بھی ہے اس رات میں رحمت الہی کا خاص نزول ہوتا ہے حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں شب برات کے چار نام ہیں۔ لیلة المبارک، لیلة البراءة، لیلة الصک، لیلة الرحمة اس کے مزید اور بھی نام ہیں۔ اسی رات کے حوالے سے سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آسمان کے فرشتوں کے لئے دو راتیں عید اور خوشی کی ہیں جیسے دنیا میں مسلمانوں کے لئے دو راتیں عید کی ہیں شب برات اور شب قدر، حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر مسلسل نماز پڑھتے یہاں تک کہ قدم مبارک سو ج جاتے اور اسی رات قبرستان تشریف لے جاتے اور مسلمان مردوں، عورتوں، شہیدوں کے لئے دعائے مغفرت فرماتے۔

حضرت امام تقی الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ رات سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے شب جمعہ پورے ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ اور لیلة القدر زندگی بھر کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔

[مکاشفة القلوب]

اس لئے اس رات کو لہو و لعب میں نہ ضائع نہ کریں، اور نوافل و عبادات کی کثرت کریں، یاد الہی میں مشغول رہیں، خدا کے حضور سچی توبہ کریں، اور عامۃ المسلمین کے حق میں دعا کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس ماہ مبارک کی سعادتیں نصیب فرمائے۔ آمین

سوالک احمد رضا قادری امجدی

استاذ۔ جامعہ ہذا

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی مقام

مقام قبولیت

سیر الاقطاب اور دیگر مستند کتابوں میں ہے کہ سرکار غریب نواز ایک روز حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ ندا آئی۔ اے معین الدین ہم تجھ سے خوش ہیں اور ہم نے تجھے بخش دیا۔ جو کچھ چاہتے ہو وہ مانگو

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ

میرے سلسلہ میں جو بھی داخل ہوا اسے بخش دیا جائے۔

ندا آئی کہ

اچھا تیرے سلسلہ کے تمام مریدوں کو بخش دوں گا۔

حضرت خواجہ غریب نواز ہر سال قوت روحانی سے زیارت کعبہ کیلئے تشریف لے جاتے تھے۔ آخر زمانہ میں تو یہ عالم تھا کہ آپ رات کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور فجر کی نماز اجمیر میں ادا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی فرمایا کرتے تھے کہ معین الدین اللہ کا محبوب ہے اور مجھے اس کی ارادت پر فخر ہے۔

ایک روز سرکار غریب نواز حرم کعبہ میں مراقب تھے کہ ندا آئی: "معین الدین! ہم تم سے خوش ہیں اور ہم نے تمہیں بخش دیا۔ اگر تمہاری کوئی خواہش ہو تو مجھ سے بیان کرو ہم عطا فرمائیں گے"

سرکار غریب نواز نے عرض کی کہ میرے مریدوں کو اور جن جن مریدوں کو میرا شجرہ پہنچے ان کو بخش دے۔

فرمان ہوا کہ

اے معین الدین! تو ہمارا محبوب ہے، میں نے تیرے

مریدوں کو اور مریدوں کے مریدوں کو جو قیامت تک ہوں گے

سب کو بخش دیا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز نے فرمایا کہ جب تک میرے تمام مرید جنت میں نہ جائیں گے میں جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔

تجلی جمال و جلال

اسرار السالکین میں ہے کہ سرکار غریب نواز پر بھی صفت جمال غالب رہتی تھی اور کبھی صفت جلال کا غلبہ ہوتا تھا۔ جس وقت صفت جمال کا غلبہ ہوتا تھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس قدر مستغرق رہتے تھے کہ آپ کو دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی تھی۔ نماز کے وقت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت قاضی حمید الدین ناگوری دونوں دست بستہ کھڑے ہو کر بلند آواز سے الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتے۔ سرکار غریب نواز ہمیشہ استغراق کی حالت میں رہتے۔ پھر یہ دونوں بزرگ سرکار غریب نواز کے دوش مبارک ہلاتے۔ تب سرکار چشم مبارک کھول کر فرماتے تھے کہ

اوہو کہاں کہاں سے آگیا ہے

وضو کرتے اور نماز ادا فرماتے۔ جب آپ پر صفت جلالی کا غلبہ ہوتا تو اس وقت یہ حالت ہوتی تھی کہ حجرہ مبارک کا دروازہ اندر سے بند کر لیتے تھے۔ جس وقت سرکار غریب نواز نماز کے وقت حجرہ مبارک کا دروازہ کھولتے تھے اور آپ کی نظر مبارک جن پتھروں پر پڑتی تو وہ جل کر خاکستر ہو جاتے۔ مرآۃ العروس میں ہے کہ سرکار غریب نواز تمام مقامات غوثیت، قطبیت، قطب الاقطاب سے گزر کر قطب وحدانیت یعنی محبوبیت عظمیٰ کے مرتبہ پر پہنچے۔ اور فناۓ احدیت میں غرق ہو کر حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ ہم رنگ ہو گئے تھے۔ اس مقام کی پوری کیفیت اہل طریقت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ الفاظ و حروف کی شکل میں ہمارے لئے اس مقام کو بیان کرنا دشوار ہے۔

نام۔ عمدۃ السالکین، محمد مسعود الحسن قادری صابری

ناظم تعلیمات۔ جامعہ ہذا

سلطان الہند

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ مستند روایت کے مطابق ۱۲ رجب ۵۳۷ھ کو حضرت خواجہ غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ قصبہ سنجر (علاقہ سیستان) میں رونق افروز عالم ہوئے ہزار ہا ابدال آپ کی والدہ محترمہ کو مبارک باد دینے آئے۔ جس وقت حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز ہوئے سنجر کا ذرہ ذرہ خوشی اور مسرت سے جھوم اٹھا۔ کائنات نے جھوم جھوم کر ترانہ گایا۔

حضرت بی بی ماہ نور (حضرت خواجہ غریب نواز کی والدہ محترمہ) کا بیان ہے کہ جب معین الدین صلب پدر سے میرے شکم میں منتقل ہوئے تو حق تعالیٰ نے برکات اور خیرات کا دروازہ کھول دیا۔ دین و دنیا کی برکت سے میرا گھر بھر گیا اور دشمن دوست بن گئے۔ دن بدن عزت و منزلت میں اضافہ ہونے لگا۔ تمام غم اور الم دور ہو گئے۔

پھر جس وقت حق تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم مبارک میں روح ڈالی اس وقت سے پیدائش تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ نصف شب سے دن چڑھنے تک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ میں اپنے کانوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کی آواز سنا کرتی تھی۔ جس رات آپ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے میرا گھر نور سے بھر گیا۔ دور دور تک فرشتوں کی جماعتیں نظر آنے لگیں۔ کچھ دیر بعد یہ نظارہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی غیب سے ندا آئی کہ۔۔

بی بی! تم کیوں پریشان ہو۔ یہ نور میرا ہی تھا۔ میں نے اپنا نور تیرے فرزند معین الدین کے دل میں بھر دیا ہے اور اسے دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔

شیخ ابراہیم قندوزی علیہ سے ملاقات

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ایک دن حسب معمول درختوں کو پانی دے رہے تھے کہ حضرت شیخ ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ علیہ گھومتے پھرتے اس باغ کی طرف آنکے

حضرت شیخ قندوزی پہلے اسی آبادی میں رہا کرتے تھے۔ جہاں حضرت خواجہ صاحب رہا کرتے تھے۔ وہ اللہ کے عشق میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ ان پر عشق حقیقی کی وجہ سے اکثر خود فراموشی کی حالت طاری رہتی تھی۔ آبادی کے بچے بوڑھے انہیں مجذوب کہا کرتے تھے اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ (جس وقت حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی نظر آپ پر پڑی تو سب کام چھوڑ کر آپ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آگے بڑھ کر خوش آمدید کہا اور دست مبارک کو بوسہ دیا۔ نہایت عزت اور احترام کے ساتھ ایک سایہ دار درخت کے نیچے بٹھایا۔ ان دنوں انگوروں کا موسم تھا۔ کچھ پکے ہوئے خوشے بیلوں سے اتار کر حضرت رحمۃ اللہ کی خدمت میں پیش کئے اور خود باادب ہو کر دوزانو بیٹھ گئے۔

اللہ کے مجذوب کو حضرت خواجہ غریب نواز کا یہ انداز بہت پسند آیا اور ان کا یہ ادب بہت بھلا محسوس ہوا۔ وہ تاڑ گئے کہ بچہ ہونہار اور راہ حق کا متلاشی ہے۔ حضرت شیخ ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ نے اپنی جیب سے ایک کھلی کا ٹکڑا نکالا اور دند ان مبارک سے چبا کر حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے دہن مبارک میں ڈال دیا۔ وہ کھلی کا ٹکڑا اشباب معرفت کا ایک جام تھا۔ پیتے ہی خودی کی کیفیت طاری ہو گئی اور نگاہوں سے تمام پردے اٹھ گئے۔ آنکھوں میں نور ہی نور چھا گیا۔ تعینات کے حجابات سامنے سے اٹھ گئے۔ جوش حیرت قلب پر طاری ہو گیا۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت خواجہ صاحب نے اس حالت فراموشی میں کب تک آمینہ حیرت بنے رہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہوش آیا تو ساقی جام معرفت محفل سے اٹھ چکا تھا۔ دل قابو سے باہر ہو گیا۔ طبیعت پر جبر کر کے دامن صبر قرار تھام کر بیٹھ گئے۔

عشق میں صبر نہایت دشوار ہوتا ہے۔ آپ سے رہا نہ گیا۔ جو جلوہ آپ دیکھ چکے تھے وہ جلوہ بار بار دیکھنا چاہتے تھے۔ دیوانگی بڑھنے لگی اور دنیا کی دولت ناچیز اور حقیر لگنے لگی۔ دل میں اللہ کی محبت جوش مارنے لگی۔ دل تمام آلائشوں سے پاک ہو گیا اور دنیا سے سرد ہو گیا۔

جوں جوں وقت گزر تاجارہا تھا۔ حیرانی اور دیوانگی بڑھتی جا رہی تھی۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس واقعہ کے تیسرے روز اپنی تمام املاک فروخت کر کے اس کی قیمت فی سبیل اللہ تقسیم کر دی۔ معمولی اور ضروری سامان سفر تیار کر کے دوست و احباب عزیز و اقارب کی محبت بالائے طاق رکھ کر وطن عزیز کو خیر آباد کہہ دیا۔

مرشد حقیقی کی تلاش

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو مرشد حقیقی کی تلاش ہوئی۔ دشت و جبل کوہ بیاباں شہر در شہر قریہ بہ قریہ تلاش و تجسس میں پھرنے لگے۔ پھرتے پھرتے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ قصبہ ہارون پہنچ گئے۔

ہارون ایک معمولی سا قصبہ تھا۔ جہاں حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز تھے۔ ان کی وجہ سے سارا قصبہ خیر و برکت سے معمور تھا۔ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ قطب وقت تھے۔ ان کی قطبیت کا مہر منور ضوفشاں عالم تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کا چرچہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ لوگ دور دراز سے جوق در جوق حاضر خدمت ہو کر مراد کے پھولوں سے جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے تھے۔

قصبہ ہارون ان دنوں روحانی تجلیات کا مرکز تھا۔ چشمہ معرفت کا فیض عالم جاری تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو اس چشمہ صافی کی موجوں میں وہی نور جھلکتا نظر آیا۔ حضرت شیخ ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا آپ مشاہدہ کر چکے تھے۔ ادھر نظر ملتے ہی شیخ کامل نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کی خواہشات کا جائزہ لے لیا۔ اور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیا۔

پھر اپنے مرثر کریم کے ساتھ سفر و ہجر میں رہنے لگے اور اپنے مرشد کے ساتھ پہلی مرتبہ حج بیت اللہ کو گئے جاہاں خواجہ غریب نواز کو مقبولیت کا درجہ ملا۔ پھر دوبارہ کچھ عرصہ بعد خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے روضہ اقدس صل اللہ علیہ وسلم پر حاضری ہوئی اور بارگاہ نبی صل اللہ سے ہندوستان کی ولایت عطا ہوئی۔ دوبارہ اپنے مرشد کے بارگاہ میں حاضر ہوئے تو مرشد نے عصائے مبارک اور خرقة خاص عطا فرمایا اور وہاں سے متعدد مقامات پر ٹھرتے ہوئے ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئے خواجہ غریب نواز اپنے

ہمنواؤں کے ساتھ ہندوستان کے سرحدی علاقہ پنجاب میں داخل ہوئے پھر دلی ہوتے ہوئے ۷ محرم الحرام ۵۶۱ھ کو اجمیر میں داخل ہوئے اور شہر سے باہر ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام فرمانے کا ارادہ کیا ابھی ساز و سامان اتارے بھی نہیں تھے کہ راجا کا ایک سپاہی نے کہا یہاں اونٹ نہ اتارو اس جگہ راجا کے اونٹ بیٹھا کرتے ہیں اس پر خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں اونٹوں سے کیا غرض وہ یہاں بیٹھے رہیں گے اس کے بعد خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں کی معیت میں اناساگر کے کنارے اس پہاڑ پر تشریف لے گئے جہاں آپ کا چلہ گاہ بنا ہوا ہے شام ہوئی تو راجا کا اونٹ اس جگہ پر آکر بیٹھ گئے ایسے بیٹھے کہ اٹھنے کا نام نہ لیا یہ ماجرا دیکھ کر ساربان ڈوڑا ہوا راجا کے پاس آیا جب راجا نے یہ بات سنی تو اس کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھوڑی دیر سوچ بچار کے بعد کہنے لگا اس مصیبت کا واحد حل یہی ہے کہ اس فقیر کے پاس جا کر اپنا سرا اس کے قدموں میں رکھ کر شاندار عاجزی کا اظہار کرو ساربان نے آکر ایسا ہی کیا معاف تلافی کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جاتیرے اونٹ کھڑے ہو گئے ساربان نے آکر دکھا تو راجا کا اونٹ کھڑا ہو چکا تھا اس طرح بہت سے کرامتوں کا صدور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا مثلاً گوالا کا گائے کے بچھیا کے تھنوں سے دودھ کا نکالنا اور گوالا کا مسلمان ہونا رام دیو کا مقابلہ کرنا اور شکست کے بعد مسلمان ہونا اناساگر کا پورا پانی ایک پیالا میں بھر آنا اور اناساگر کا خشک ہو جانا جوگی جے پال کا مقابلہ کرنا اور شکست خوردہ ہو کر قبول اسلام کرنا وغیرہ اس طرح سے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ رفتہ رفتہ دین متین کی خدمت کرے رہے اور لوگوں کو مشرف بہ اسلام کرتے رہے، تقریباً خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ تقریباً ۹۰ لاکھ غیر مسلموں کو کلمہ پڑھایا اللہ ہمیں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ کے نقشے قدم پر چلتے کی توفیق عطا فرمائے۔

نام۔ محمد جمشید رضا قادری

متعلم۔ جامعہ مکیہ خزائن العرفان

جماعت۔ عالمیت

تصوف کیا ہے؟

اس کے متعلق بزرگانِ دین سے بے شمار اقوال منقول ہیں، کیونکہ ہر ایک نے اپنے مقام و مرتبہ اور حال کے اعتبار سے تصوف کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ، امام ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی (متوفی ۴۶۵ھ) رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا رُویم بن احمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الصَّمَد سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ارشاد فرمایا: تصوف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو اپنے رب کی مرضی پر چھوڑ دے کہ وہ جو چاہے اس سے کام لے اور جب حضرت سیدنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی سے تصوف کے متعلق پوچھا گیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ارشاد فرمایا: تصوف یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے بھی کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔

تصوف باعتبار حروفِ تجوی

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے لفظ تصوف میں مستعمل حروف کے اعتبار سے تصوف کے عجیب و غریب حقائق و اسرار و موزی بیان فرمائے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

صوفیائے کرام کو اہل تصوف اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ معرفتِ الہی کے نور اور توحید کے ذریعہ اپنے باطن کو جملہ آلائشوں سے پاک و صاف کر لیتے ہیں یا اصحابِ صفہ سے منسوب ہونے کی بنا پر اس لقب سے یاد کئے جاتے ہیں یا اسلئے کہ وہ حضراتِ اونی لباس پہنتے ہیں کیونکہ سلسلہ تصوف کے جو ابتدائی مراحل میں ہوتے ہیں بکری کا کھر درِ اصوف (لباس) پہنتے ہیں اور جو متوسط درجہ کا ہوتا ہے وہ بکری کا صوف جو زیادہ نرم نہ زیادہ سخت اور منتهی درجہ کا صوفی نرم اون کا لباس یعنی صوف مرقع پہنتا ہے۔ اسی طرح باطن میں بھی ان کے احوال انکے مراتب حسب حال ہوتے ہیں اور ان کا کھانا پینا بھی انکے حالات اور مراتب کے مطابق ہوتا ہے۔ صاحبِ تفسیر مجمع نے لکھا ہے اہل زہد کو چاہئے کہ وہ کھر درِ لباس پہنے اور جھوٹا موٹا کھائیں اہل معرفت اچھا لباس پہنے اور اچھی غذا کھائیں کیونکہ لوگوں کا اپنے حال کے اعتبار اپنی اوقات میں رہنا سنت رسول کے مطابق ہے تاکہ کوئی اپنی حد سے تجاوز نہ کرے اہل معرفت بارگاہِ احدیت میں اعلیٰ مراتب والوں میں سے ہوتے ہیں لفظ تصوف چار حرفوں پر مشتمل ہے۔

لفظ (ت) سے مقصود توبہ ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں توبہ ظاہری اور توبہ باطنی۔

توبہ ظاہری یہ ہے کہ آدمی قول فعل میں اپنے تمام اعضائے ظاہری کو گناہوں اور برائیوں سے علیحدہ کر کے اطاعت کی راہ پر گامزن کر دے نیز خلافِ شریعت اعمال سے توبہ کر کے اسکے احکام کے مطابق عمل کرے۔ توبہ باطنی یہ ہے آدمی دل کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک رکھے اور شریعت کے موافق اعمالِ صالحہ کی طرف رجوع کرے جب برائی اچھائی سے بدل جائیگی توت کا مقام مکمل ہو جائیگا (یعنی اسے توبہ نصوح میسر ہو جائیگی)

لفظ (ص) سے مراد صفائی ہے یہ بھی دو طرح کی ہوتی ہے (۱) دل کی صفائی (۲) مقام سر کی صفائی۔ دل کی صفائی تو یہ ہے کہ دل بشری کدورتوں اور آلائشوں سے پاک و صاف ہو جائے جو عام طور پر ہر دل کے اندر پائی جاتی ہیں جیسے کثرت کے ساتھ کھانے، پینے ہونے اور گفتگو کرنے کی خواہشیں، دنیاوی رغبتیں جیسے کسب کی زیادتی اور جماع کی کثرت اور اپنے اہل و عیال سے ضرورت سے زیادہ محبت وغیرہ ان مذکورہ تمام بری عادتوں سے دل کو پاک و صاف کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ابتدا کسی شیخ کامل کی تلقین سے ذکر الہی کا جہراً التزام کیا جائے یہاں تک کہ مقام ذکر خفی تک پہنچ جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بیشک ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھیں یعنی خوف و خشیت الہی سے اور خشیت الہی غفلت کی نیند سے بیدار ہو جانے اور آئینہ دل کی صفائی کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے ایسی حالت میں دل اتنا شفاف ہو جاتا ہے کہ خیر و شر کی غیبی صورت اس پر منقش ہو جاتی ہے (گویا اچھائی اور برائی منعکس ہو کر اسے صاف دکھائی دینے لگتی ہے) چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے۔ عالم نقش بناتا ہے اور عارف صیقل کرتا ہے (یعنی عالم اچھائی اور برائی کی خوبیوں اور خامیوں کی وضاحت کرتے ہوئے لوگوں کو عمل کی تلقین کرتا ہے اور عارف زنگ آلود دلوں کی صفائی و ستھرائی کا کام انجام دیتا ہے لیکن مقام سر کی صفائی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک طرف سے منہ پھیر لینے اور اسکی محبت کے ساتھ اسمائے توحید کا ذکر باطنی زبان سے دائمی طور پر کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ پس جس انسان کو کامل طور پر ان صفات کا حصول ہو گیا تو گویا مقام صاد کا اس پر تمام و کمال ہو گیا۔

لفظ (و) سے مراد ولایت ہے۔ یہ ایک مرتبہ علیاء ہے جو انتہائی تصفیہ (قلب کی کامل صفائی) کے بعد حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خبردار! بیشک اللہ کے دوستوں کیلئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم انکے لئے بشارت ہے دنیا و آخرت (دونوں) کی زندگی میں اور ولایت کا نچوڑ یہ ہے خود انسان اخلاق الہیہ کے صفات سے متصف ہو جائے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا اپنے اندر الہی اخلاق پیدا کرو اور صفات بشریت کا پیرا ہن اتار کر صفات الہی کا جامہ زیب تن کرو۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں کسی بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان، آنکھ، زبان، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں پس وہ میرے ہی ذریعہ سے سنتا، دیکھتا، بولتا اور چلتا ہے پس اپنے باطن کی تہذیب کرو و ماسویٰ اللہ کی ستھرائی سے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اے محبوب! آپ فرما دو حق آیا اور باطل چلا گیا اور باطل کو توٹنا ہی تھا.... جو طالب مولیٰ اس منزل تک پہنچا اسے مقام و حاصل ہو گیا۔

لفظ (ف) سے مراد فنا فی اللہ جل جلالہ ہے جب صفات بشریہ فنا ہو جاتی ہیں تو صفات احدیہ باقی رہ جاتی ہیں اور وہ پاک ذات اللہ کی ہے جسے نہ فنا ہے نہ زوال لہذا عبد فانی کو رب باقی کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اسکی پسندیدگی کو قبولیت مل جاتی ہے تو بقا باللہ کا رتبہ پالیتا ہے اور قلب فانی "سر" باقی کے ساتھ بقا حاصل کرتا ہے اسکی مثال جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تمام چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اسکی ذات کے اسکی رضا کیلئے اسکی طرف متوجہ ہو جائے اعمال صالحہ کی تکلیف برداشت کرتے ہوئے اس طرح جب بندہ اللہ کی خوشنودی پالیتا ہے تو اس پسندیدہ اور برگزیدہ بندے کو راضی ہونے والی ذات (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے اور عمل صالح کا نتیجہ حقیقت انسان کا زندہ ہو جانا ہے (جو اس کے اندر چھپا ہوا ہے) جسے طفل المعانی کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے اسی کی طرف چڑھتا

ہے پاکیزہ کلام اور وہ نیک اعمال ہے جو اسے بلند کرتے ہیں۔ ہر وہ عمل جس میں غیر اللہ کی شراکت پائی جائے عمل کرنے والے کی ہلاکت کا باعث ہے۔ اکمال و اتمام فنا کے بعد عالم قرب میں مسند بقا حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سچ کی مجلس میں قدرت والے شہنشاہ کے حضور اور یہ مقام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام کے لئے خاص کردہ ہے عالم لاہوت میں جیسا کہ قول باری تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ صادقوں کے ساتھ ہے۔

پس حادث جب قدیم سے ملتا ہے تو پھر اسکا کوئی اپنا وجود باقی نہیں رہتا تب فقر مکمل ہو جاتا ہے تو صوفی کو ہمیشہ کیلئے بقاء مع الحق کا مقام حاصل "ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اہل جنت ہمیشہ اس میں رہیں گے نیز فرمایا اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے

توبہ کے مدارج

محققین صوفیاء نے توبہ کے تین مدارج بیان کئے ہیں (۱) عوام الناس کی توبہ (۲) خواص کی توبہ (۳) انخاص کی توبہ پہلی توبہ تو یہ ہے کہ بندہ سے کوئی گناہ سرزد ہوا اور اچانک دل میں خدا کا ڈر اور عذاب آخرت کا خوف قلب میں پیدا ہوا جو محرک بن گیا اسکی توبہ کا اب وہ خدا کی بارگاہ میں اپنے اعمال بد پر شر مندہ ہو کر توبہ کرتا ہے اور توبہ کرنے کے بعد "تائب" کہا جاتا ہے اور حدیث کے مطابق وہ ایسا تائب ہو جاتا ہے گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں تھا یہی توبہ عوامی توبہ کہلاتی ہے۔

توبہ کا دوسرا درجہ جو خواص سے منسوب کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ کے تقرب اور اس کی بیش بہا نعمتوں کی طلب جو اجر و ثواب اور مراتب و مناصب کے حصول کا ذریعہ ہیں اس کا تصور دل میں جاگزیں ہو اور اس کا بندہ خاص خود کو ادنیٰ مقام میں ٹھہرا ہوا محسوس کرے اور اعلیٰ کی طرف سبقت کرنی چاہے یہی طلب نعمت کے خیال کا غلبہ اس کے موجودہ مرتبے پر ٹھہرے رہنے پر باعث ندامت بن جاتا ہے اور وہ ایک حال سے دوسرے حال کی جانب بڑھنے کے لئے توبہ کرتا ہے تو اس شکل کی توبہ کو انابت کہتے ہیں اور ایسی توبہ کرنے والا شخص منیب" کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ الْعَلِيمَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ هَذَا خُلُوعُهَا سَلَامٌ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ (پارہ ۲۶، سورۃ ق، آیت ۳۳، ۳۴) جو اللہ سے ڈرا بغیر دیکھے اور ایک رجوع کرنے والا دل لیکر آیا اس کو حکم ہو گا داخل ہو جاؤ اس جنت میں سلامتی سے ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔

تیسرا درجہ توبہ کا انخاص خواص کی توبہ ہے تصوف کی "ت" ہر طرح کی توبہ کی طرف راہنما ہے وہ صرف عام بندے کو تائب ہی نہیں بناتی بلکہ اس سے آگے گزار کر مقام منیب تک پہنچاتی ہے پھر یہاں بھی اسے پابند کر کے نہیں رکھتی بلکہ حرکت میں برکت ہے" کی فکر سے آشنا کرتی ہے، اس سے اور آگے نکل جانے کا داعیہ پیدا کرتی ہے کہ عامی بندے کا کمال صرف توبہ کر کے تائب کے درجہ پر پہنچ جانے ہی میں نہیں ہے اور خواص کا

انابت کے مقام کو پا کر منیب بن جانے ہی میں نہیں ہے بلکہ۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

توبہ صرف یہی نہیں ہے جو عذابِ الہی کے خوف سے کی جائے یا اخروی نعمتوں کے حصول کی تحریک پر ہی توبہ نہیں ہوتی بلکہ ان حدوں سے گذر کر

اخص الخواص کی توبہ کا ایک اور درجہ ہے جسے "اوابیت" کہا جاتا ہے یہاں آخرت کے خوف اور نعمتوں کے چھن جانے کے ڈر سے توبہ نہیں کی جاتی ہے بلکہ ان سب سے ماوراء ہو کر فقط اللہ کی رضا کے حاصل کرنے کی خاطر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی جاتی ہے گویا تصوف کی "ت" سالک سے تقاضا کرتی ہے کہ اس کی نگاہ نہ تو صرف عذار کے ڈر تک محدود ہو کر رہ جائے اور نہ صرف اخروی نعمتوں کے حصول کو مقصود نظر بنا کر بارگاہِ الہی میں توبہ کرے بلکہ اس کے پیش نظر صرف اور صرف اپنے پروردگار کو راضی کرتا رہے جب اللہ سے ایسی محبت اور اس کی قربت کی ایسی آرزو پیدا ہو جائے اور اس کو راضی رکھنے کا ایسا احساس دل میں جم جائے کہ وہ بہر لمحہ خود کو اپنے سابق مقام پر دیکھنا گناہ تصور کرنے لگے اور جو پائے خوشنودی الہی بن کر اس کی دید کا طلب گار بن جائے کی تو پھر توبہ کے مقام اوابیت پر فائز کر دیا جاتا ہے اور اس کو اواب کہتے ہیں۔

صفائے قلب

قلب کی صفائی سے مراد یہ ہے کہ دل ان بشری کدورتوں اور آلائشوں سے پاک صاف ہو جائے جو عموماً دل کے اندر پائی جاتی ہیں اور دل پر اثر انداز ہوتی ہیں مثلاً زیادہ کھانے پینے، سونے اور زیادہ گفتگو کرنے کی خواہشات نیز دنیوی رغبتیں مثلاً زیادہ کمائی کثرتِ جماع اور اہل و عیال کی حد سے زیادہ محبت۔

اسی طرح دیگر خواہشات نفسانی تکبر و غرور، حسد و کینہ، بغض و عناد، سرکشی و عداوت اور منافقت و کدورت ایسے رذائل اخلاق جن سے دل سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر دل ان تمام مذمومہ اخلاق سے منزہ و مبرا ہو جائے تو اسی کو صفائے قلب کہتے ہیں۔

صفائے سر

علم روحانیت میں قلب، جسم کا باطن ہوتا ہے اور سر، قلب کا بھی باطن ہوتا کا رذائل اخلاق سے پاک ہو جانا ہے جیسا کہ اوپر پہلے بیان ہو چکا ہے کہ دل (قلب) کا رذائل اخلاق سے پاک ہو جانا صفائے قلب کہلاتا ہے جبکہ صفائے سر (مقام سر کی صفائی) سے مراد یہ ہے کہ نہ صرف دل کی ظلمتیں دھل جائیں بلکہ دل اللہ تعالیٰ کے سوا کے خیال سے اس طرح پاک ہو جائے کہ اللہ کے غیر کا تصور بھی ختم ہو جائے تو جب ماسویٰ المحبوب ہر چیز کے تصور و گمان سے دل بے نیاز ہو کر محبوب حقیقی کے انوار و تجلیات میں اس طرح گم ہو جائے کہ غیر کا تصور بھی گوارا نہ ہو تو اس کو صفائے سر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عام طور پر اس سے ولی یا ولایت کا معنی مراد لیا جاتا ہے اگرچہ ولی کے بہت سارے معانی ہیں مثلاً۔۔

ولی: دوست، سرپرست، پڑوسی، حلیف، محبت کرنے والا، مددگار وغیرہ۔

ولی: دوست، مددگار، کفیل، ذمہ دار، خدا رسیدہ، سردار، مالک، شہزادہ وغیرہ۔

ولی: محبوب، آقا، شریک، ساتھی، وارث سرپرست، مددگار، کارساز، دوست وغیرہ۔

لفظ "ولی قرآن میں

قرآن پاک میں لفظ ولی متعدد جگہ آیا ہے، لغت میں ذکر کردہ معانی کے اعتبار سے ہر ایک معنی بندوں پر منطبق ہو سکتا ہے لیکن ہر معنی کا انطباق ذات الہی پر نہیں کیا جاسکتا جیسے حلیف، پڑوسی، شہزادہ، شریک، خداسیدہ وہ معانی ہیں جن میں سے کسی کا بھی اطلاق ذات الہی پر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

۔: لفظ "ولی" کا مختلف قرآنی مفہوم

قرآن مجید میں لفظ ولی جہاں جہاں آیا ہے وہ اپنے عنوان اور سیاق و سباق کے کلام کے اعتبار سے مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ** (پارہ ۳، سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۷) اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے انہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

إِن أَوْلِيَاءَ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ط

(پارہ ۹، سورۃ الانفال، آیت (۳۴)

اسکے دوست پرہیزگار ہی لوگ ہیں لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے لاعلم ہیں "منصب ولایت اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جسے چن لیتا ہے اسے اس منصب پر سرفراز فرماتا ہے۔

لفظ تصوف کا چوتھا حرف "ف"

اس حرف سے مقصود سالکان طریقت کا مقام فنایت تک پہنچنا ہے اور خود کو حب الہی کی رہنمائی میں ذات واجب الوجود کی قربیت میں پہنچانا ہے اور خیال غیر یہاں تک کہ اپنی انا کو بھی ذات حق میں گم کر دینا۔ اس راہ کے راہرو کو اس حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے کہ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ (تم فرماؤ ماسوی اللہ جو کچھ بھی بنام دنیا کے ہے وہ کم سے کم ہے) ہی اصل میں حقیقت دنیا ہے اسکے برعکس دوام و بقا کے نام سے جتنا کچھ بھی ہے وہ سب من عند اللہ (اللہ کے ہی پاس) ہے کہ وہی تو ہے جسے نہ زوال ہے نہ فنا ہمیشہ رہنے والا اس لئے فنایت اس کے حوالے کر دی گئی جسے ایک نہ ایک دن فنا ہونا ہی ہے اور بقا و دوام کی نعمت سرمدی وہ اللہ ہی کے پاس ہے اور ہونی بھی چاہئے کہ وہی ہمیشہ رہے گا بقی وجہ ربک ذو الجلال والا کرام مقام فتنہ اور بقا کے افکار و نظریات کی یہی بنیاد ہے۔

مقام فنا و بقا کیا ہے؟

حضرت شیخ علی بجویری نے مقام فنا کی وضاحت اس انداز میں کی ہے جو بہت مختصر اور سہل ہوتے ہوئے بھی کامل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کائنات کی ابتداء عدم سے ہوئی انتہا بھی عدم ہی پر ہے ان دونوں صورتوں کے بیچ جو کچھ ہے وہی بقا ہے اہل تصوف کے نزدیک فنا و بقا کا علم سلوک کا منتہائے کمال ہے اس لئے وہ ان لفظوں کو اس مقام کے علاوہ اور کہیں استعمال نہیں کرتے ہیں اہل صفا کے نزدیک فنا فی اللہ کا مستند و معتبر وصف یہ ہے کہ اس مقام کو پہنچنے والا سارے محسوسات کے سے بے نیاز ہو جائے سامعہ، ناطقہ، باصرہ، لامسہ کے ذریعہ جو جانتیں ان پر وارد ہوتی ہیں اس سے بھی قطع تعلق ہو جائے ان جملہ اوصاف کو فنا کر کے بندہ اس قدر آگے نکلے جاتا کہ اس پر بقائے دوام کا دروازہ کھل جاتا ہے اور فنائے بندہ بقائے مولیٰ کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے ساری کیفیات، قرب و بعد، محو و سکر، فراق و وصال سب سے بے خبر اب وہ صرف بقائے الہی کا مظہر ہے جہاں کی وادی غیر محسوس اس بندے کے اوصاف کو بھی رنگ بقا میں تبدیل کر دیتی ہے اور اس کا اعتراف تو اہل عقل و فہم اور صاحبان بصارت و بصیرت کو بھی ہے کہ جو چیز جس کے ساتھ ملتی ہے تو وہ دونوں فی الاصل ایک ہی نظر آتی ہے اب یہ دو صفتیں ہیں ایک فنا اور ایک بقا اور یہ ہمارے احوال اور اوصاف کی تحقیق میں ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور اسے درست ماننا پڑے گا اگر یہ کہ کہا جائے کہ فنا اور بقا حقیقتاً یکسر جدا گانہ صفتیں ہیں اس لئے کہ فنا سے ذکر غیر مراد ہے تو بقا سے ذکر حق۔ اسی مقام کو اہل تصوف نے الفانی فی اللہ والباقی باللہ کا عنوان دیا ہے کہ اپنے آپ سے فانی ہو کر حق کے ساتھ باقی رہتا ہے یہاں بندے کا اپنی عبودیت کے اعتبار سے فانی ہونا ہے فانی فی اللہ کا یہی مقصود ہے اور بقا بندے کا حق پر باقی رہنا ہے یہی بقا باللہ کا مطلوب ہے یہاں اگر بندہ اپنی بندگی پر نازاں ہو جائے اور اسے خود اپنی بندگی اپنی نگاہوں میں عزیز ترین لگنے لگے تو سمجھ لو وہ مقامات بندگی میں الجھ کر رہ گیا اب وہ اور کچھ پانے کے بجائے کھونے لگتا ہے اور عروج سے زوال کی طرف آنے لگتا ہے اور جس بندے کا عمل اس کی نگاہوں میں ذرہ ناپید کی مثل ہو جائے اور بالکل بیچ نظر آئے اور ہر لحظہ ذات حق کا مشاہدہ ہی اسے محو جمال کئے رہے تو بلفظ دیگر اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس مقام پر پہنچنے کے بعد بندے کے سارے اعمال و افعال بندے کی طاقت اور ارادہ کی طرف منسوب کرنے کی بجائے حق تعالیٰ کی ذات کے سے منسوب ہوں کم علم اور نادان لوگ اس نازک منزل کی افہام و تفہیم سے قاصر ہیں اور یہ ان کی کم نہی ہی مقام فنا کی حقیقت و ماہیت کے سمجھنے سے انہیں عاجز رکھتی ہے کہ فنا تو وہ صفت ہے جس کے لئے بقا لازم ہے اور جب یہ دونوں صفتیں یکجا ہوتی ہیں تب ہی مقام عبودیت کی تشکیل ہوتی ہے۔

مراقبہ

مراقبہ کے معنی لغت میں نگرانی یا انتظار کے ہیں۔ اور عام صوفیوں کی اصطلاح میں خدا کا دھیان مراقبہ ہے۔ حضرات نقشبندیہ آنکھ بند کر کے تمام خیالات و خطرات کو رفع کرتے ہوئے ہمہ تن مستغرق ہو کر لطائف عشرہ میں سے کسی ایک لطیفہ پر عالم بالا سے فیض کا خیال کرنے کو مراقبہ کہتے ہیں۔ چنانچہ معمولات مظہر یہ میں ہے کہ: "سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مراقبہ یہ ہے کہ پہلے آنکھ بند کر کے لطائف عشرہ سے کسی ایک لطیفہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور باری تعالیٰ کی جانب سے اس لطیفہ پر فیض کا انتظار کرنا چاہیے۔

حضرت خواجہ خرد فرزند حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب فواحش میں فرمایا: مراقبہ یہ ہے کہ اپنی طاقت و قوت اور اپنے احوال و اوصاف سے منہ پھیر کر جمال الہی کے شوق اور اس کے عشق و محبت میں غرق ہو کر خداوند تعالیٰ کی ملاقات کے انتظار میں متوجہ ہو جانا۔

ہمارے امام و قبلہ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مراقبہ کا یہ طریقہ تمام راستوں سے زیادہ قریب ہے۔“
مراقبہ تمام سلاسل کے بزرگوں کا معمول ہے۔ بالخصوص حضرات نقشبندیہ اس کو بہت ہی اہم سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ عبارت مذکورہ سے ظاہر ہوا کہ خدا تک رسائی کے لیے یہ راستہ تمام راستوں سے زیادہ قریب ہے۔

مراقبہ کا ثبوت بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَإِذْ كُذِّبَتْكَ إِذَا أَنْسَيْتَ ”یعنی تو اپنے رب کو یاد کر جب تو اس کو بھول جائے۔ حضرت خواجہ معصوم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد جگہ اپنے مکتوبات میں فرمایا کہ یہ آیت مراقبہ کا بیان ہے۔

اسی طرح مراقبہ کی سند وہ حدیث طویل ہے جس کو امام بخاری و مسلم نے بروایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ: تم خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ پس اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو یقیناً وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“ (صحیحین) حدیث مذکور مراقبہ کی صاف و صریح دلیل ہے۔ اس بات کا ہر دم دھیان رکھنا کہ خدا ہم کو دیکھ رہا ہے۔ اور اس کی جانب سے ورود فیض ہو رہا ہے۔ یہی مراقبہ ہے۔ چنانچہ علامہ ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ میں زیر حدیث مذکور فرمایا: شیخ کا ارشاد ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔ یہ حالت مراقبہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مراقبہ یہی ہے کہ بندہ یقین یہ رکھے کہ رب سبحانہ و تعالیٰ اس کے ہر حال کو جانتا ہے۔ بندہ ہر دم اور ہر حال میں اس کا علم و یقین رکھے یہی بندے کے لیے ہر ”خیر اور نیکی کی جڑ ہے۔

مراقبہ کا اصل مفہوم یہی ہے جو صاحب رسالہ قشیریہ نے بیان فرمایا ہے۔ باقی اس کے طریقے میں ہر سلسلے کے بزرگوں نے اپنے اپنے ذوق اور تجربات کے لحاظ سے قسم قسم کے طریقوں کو ایجاد فرمایا ہے۔ پھر درجات و مراتب کے لحاظ سے اور طالبوں کی صلاحیت و استعداد کے اعتبار سے اس کے مختلف منازل بھی ہیں۔ اسی طرح مراقبہ معیت، مراقبہ محبت، مراقبہ احدیت، وغیرہ اس کی بہت سی قسمیں بھی ہیں۔ جن کا تفصیلی تذکرہ ہر سلسلے کے معمولات کی کتابوں میں تحریر ہے۔

تصور شیخ

شیخ یا شیخ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کو اپنے خیال میں جمانا اس کو رابطہ یا تصور شیخ کہتے ہیں۔

تصور شیخ کو صوفیہ بالخصوص بزرگان نقشبندیہ کے نزدیک بہت زیادہ اہمیت ہے۔

یہاں تک کہ بعضوں کے نزدیک اسی پر ارادت و سلوک کا دار و مدار ہے۔ اور مرید کی نفع رسانی میں یہ صحبت شیخ کے مثل نفع بخش ہے۔
: چنانچہ مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ نے اپنے رسالہ سرشتہ دولت میں فرمایا کہ

اگر وہ عزیز (شیخ) غائب ہو تو اس کی صورت کو خیال میں لے کر تمام ظاہری و باطنی قوتوں کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو۔ اور جو خطرہ آئے اس کو دور کرے یہاں تک کہ غیبت و بے خودی ظاہر ہو جائے اور ایسا بار بار کرنے سے اس کا ملکہ (مہارت) پیدا ہو جاتا ہے۔ اور (خدا تک رسائی کے لیے) اس سے زیادہ نزدیک کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

(معمولات مظہریہ)

اسی طرح حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صد ہا جگہ مکتوبات میں اس کی اہمیت و منفعت کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کی تحصیل پر تاکید جمیل اور اس کے حصول پر تبشیر جلیل فرمائی ہے۔ ذیل میں چند حوالے تحریر کیے جاتے ہیں جو طالب حق کے

لیے انشاء اللہ تعالیٰ ہادی سبیل ہوں گے۔ مکتوبات جلد سوم مکتوب ۱۸۷ میں تحریر فرمایا کہ: بلا تکلف تصور شیخ کا حاصل ہو جانا یہ پیر و مرید کے درمیان کامل مناسبت کی نشانی ہے۔ جو فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ و سبب ہے، اور رسائی کا کوئی راستہ اس سے زیادہ نزدیک کا نہیں ہے۔ بڑا دولت مند (طریقت) ہو اسی کو اس سعادت کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فقرات میں ارشاد "فرمایا کہ: پیر سایہ ذکر الہی سے بڑھ کر ہے۔"

مکتوبات جلد سوم مکتوب ۱۹۰ میں ارقام فرمایا کہ: اگر ذکر کے وقت پیر کی صورت بے تکلف ظاہر ہو جائے تو اس کو بھی قلب کے اندر لے جانا چاہیے۔ اور دل میں محفوظ رکھ کر ذکر کرنا چاہیے۔ کیا تو جانتا ہے کہ پیر کون ہے؟ پیر وہ ہے کہ توجناب باری جل شانہ تک پہنچنے کا راستہ "اس سے حاصل کرتا ہے اور اس راہ میں تو اس کی امداد و اعانت پاتا ہے۔"

مکتوبات جلد ششم مکتوب ۳۰ دفتر دوم مطبوعہ امرتسر میں ہے: خواجہ محمد اشرف نے تصور شیخ کی مشق کے بارے میں لکھا تھا کہ اس حد تک غلبہ پاگئی ہے کہ نمازوں میں اس کو اپنا مجود دیکھتا ہوں۔ اور اگر بالفرض! اس کو دفع کرتا ہوں تو دفع نہیں ہوتا ہے۔ میرے دوست! یہ دولت تو وہ ہے کہ طالبین اس کی تمنا کرتے ہیں۔ اور ہزاروں میں سے کسی ایک کو شاید ہی عطا کی جاتی ہے۔ جس کو یہ معاملہ پیش آئے وہ کامل مناسبت والا صاحب استعداد ہے۔ ممکن ہے کہ شیخ مقتد کی تھوڑی سی صحبت سے وہ اپنے شیخ کے تمام کمالات کو حاصل کر لے۔ اور رابطہ (تصور شیخ) کو دفع کیوں کرتے ہو؟ وہ تو مسجود الیہ (جس سمت کو سجدہ کیا جائے) ہے۔ وہ مسجود لہ (جس کو سجدہ کیا جائے) نہیں ہے۔ اس قسم کی دولت سعادت مندوں کا حصہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ تمام حالتوں میں صاحب رابطہ (شیخ) کو اپنا وسیلہ جانتا ہے۔ اور تمام اوقات میں اس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے القول الجمیل میں ارشاد فرمایا: إِذَا غَابَ الشَّيْخُ عَنْهُ يَجْعَلُ صُورَتَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ يَوْصِفُ الْمَحَبَّةَ وَالْتَّعْظِيمَ فَتَفِيدُ صُورَتَهُ مَا تَفِيدُ صُحْبَتَهُ.

ترجمہ: "جب پیر موجود نہ ہو تو اس کی صورت کا اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبت و تعظیم کے ساتھ خیال جمائے تو اس کی صورت سے وہی فائدہ پہنچے گا جو اس کی صحبت سے پہنچتا ہے۔"

یہ گزشتہ اوراق میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ حضرات صوفیہ کرام کا کوئی معمول بھی بال برابر شریعت کے مخالف نہیں۔ لہذا ان بزرگوں کا تصور شیخ کے عمل پر اس اہتمام کے ساتھ عامل ہونا بھی ہر گز ہر گز خلاف شریعت نہیں ہو سکتا۔

بجہ تعالیٰ دلائل عقلیہ و نقلیہ نیز اقوال علماء ائمہ اس مسئلے میں اتنے کافی موجود ہیں کہ اگر ان کو نقل کر دیا جائے تو ایک مستقل رسالہ تیار ہو جائے۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صدق و اخلاص اور تصوف کی راہوں پر گامزن فرمائے۔

مراجع۔ کائنات تصوف، حقیقت تصوف، روح تصوف

نام: محمد ساجد قادری

متعلم۔ جامعہ ہذا

جماعت۔ عالمیت

رمضان

برکتوں بھرا مہینہ

شہرِ رمضانِ الذی کے تحت مفسرِ شہیر حضرت مفتی احمد یار

خان نعیمی تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں: رمضان، یا تور حمن، (عزو جل) کی طرح اللہ (عزو جل) کا نام ہے

چونکہ اس مہینہ میں دن رات اللہ (عزو جل) کی عبادت ہوتی ہے۔ لہذا اسے شہرِ رمضان یعنی اللہ (عزو جل) کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ جیسے مسجد و کعبہ کو اللہ عز و جل کا گھر کہتے ہیں کہ وہاں اللہ عز و جل کے ہی کام ہوتے ہیں۔ ایسے ہی رمضان اللہ عز و جل کا مہینہ ہے کہ اس مہینہ میں اللہ (عزو جل) کے ہی کام ہوتے ہیں۔ روزہ، تراویح وغیرہ تو ہیں ہی اللہ عز و جل کے مگر بحالت روزہ جو جائز نوکری اور جائز تجارت وغیرہ کی جاتی ہے وہ بھی اللہ عز و جل کے کام قرار پاتے ہیں۔ اس لیے اس ماہ کا نام رمضان یعنی اللہ عز و جل کا مہینہ ہے۔ یا یہ رمضاء سے مشتق ہے۔ "رمضاء موسم خریف کی بارش کو کہتے ہیں جس سے زمین ڈھل جاتی ہے اور ربیع کی فصل خوب ہوتی ہے۔ چونکہ یہ مہینہ بھی دل کے گرد و غبار دھو دیتا ہے اور اس سے اعمال کی کھیتی ہری بھری رہتی ہے اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں۔ ساؤن میں روزانہ بارشیں چاہئیں اور بھادوں میں چار۔ پھر اسٹا میں ایک بارش۔ اس ایک سے کھیتیاں پک جاتی ہیں۔ تو اسی طرح گیارہ مہینے برابر نیکیاں کی جاتی رہیں۔ پھر رمضان کے روزوں نے ان نیکیوں کی کھیتی کو پکا دیا۔ یا یہ رمض سے بنا جس کے معنی ہیں گرمی یا جلنا چونکہ اس میں مسلمان بھوک پیاس کی تپش برداشت کرتے ہیں یا یہ گناہوں کو جلا ڈالتا ہے، اس لیے اسے رمضان کہا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ جب مہینوں کے نام رکھے گئے تو جس موسم میں جو مہینہ تھا اسی سے اُس کا نام ہوا جو مہینہ گرمی میں تھا۔ اُسے رمضان کہہ دیا گیا اور جو موسم بہار میں تھا اُسے ربیع الاول اور جو سردی میں تھا۔ جب پانی جم رہا تھا اُسے جمادی الاولیٰ کہا گیا۔ اسلام میں ہر نام کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے اور نام کام کے مطابق رکھا جاتا ہے۔ دوسری اصطلاحات میں یہ بات نہیں۔ ہمارے بڑے جاہل کا نام محمد فاضل ہوتا ہے اور بزدل کا نام شیر بہادر ہوتا ہے اور بد صورت کو یوسف خان کہتے ہیں! اسلام میں یہ عیب نہیں۔

رمضان بہت خوبیوں کا جامع تھا اسی لیے اس کا نام بھی رمضان ہوا۔

ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں

مدینے کے سلطان صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو آسمانوں اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آخر رات تک بند نہیں ہوتے۔ جو کوئی بندہ اس ماہ مبارک کی کسی بھی رات میں نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر سجدہ کے عوض (یعنی بدلہ میں) اس کے لیے سترہ سو نیکیاں لکھتا ہے اور اُس کے لیے جنت میں سُرخ یا قوت کا گھر بناتا ہے۔ جس میں ستر ہزار دروازے ہوں گے۔ اور ہر دروازے کے دونوں پٹ سونے کے بنے ہوں گے جن میں یا قوتِ سُرخ جڑے ہوں گے۔ پس جو کوئی کا ماہ رمضان کا پہلا روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ مہینے کے آخر دن تک اُس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور دوسرے رمضان تک اُس کے لیے کفارہ ہو جاتا ہے۔ اور ہر وہ دن جس میں یہ روزہ رکھے گا اُس ہر روزہ کے بدلے میں اُسے ایک ہزار سونے کے دروازوں والا محل جنت میں عطا ہو گا اور اُس کے لیے صبح سے شام تک ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔ رات اور دن میں جب بھی رہ سجدہ کرے گا اُس ہر سجدہ کے عوض (یعنی بدلے) اُسے (جنت میں) ایک ایک ایسا درخت عطا کیا جائے گا کہ اگر اُس کے نیچے ایک گھوڑے سوار سو برس تک بھی چلے تو پھر بھی اس ایک درخت کے دوسرے میرے تک نہ پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا کس قدر عظیم احسان ہے کہ اُس نے ہمیں اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ایسا ماہ رمضان عطا فرمایا کہ اس ماہ مکرم میں جنت کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور نیکیوں کا اجر اس قدر بڑھ جاتا ہے۔ حدیث بالا کے مطابق رمضان المبارک کی راتوں میں نماز ادا کرنے والے کو ہر ایک سجدہ کے بدلے میں سترہ سو نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ نیز جنت کا عظیم الشان محل مزید برآں اس حدیث مبارک میں روزہ داروں کے لیے یہ بشارت عظمیٰ بھی موجود ہے کہ صبح تا شام ستر ہزار فرشتے اُس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔

روزہ ڈھال ہے

سرکارِ مدینہ شہر و قلب و سینہ نے ارشاد فرمایا "روزہ سپر ہے دوزخ سے یعنی

جس طرح سپر (یعنی ڈھال، تلوار کے دار کو روکتی ہے۔ اسی طرح روزہ بھی جہنم کی آگ و عذاب سے روزہ دار کا بچاؤ کرتا ہے۔ قیامت میں جب دوزخ گنہگار پر حملہ آور ہوگی تو حکم ہو گا جو لوگ روزہ دار مرے ہیں، کہاں ہیں؟ جب وہ سامنے جائیں گے تو دوزخ اُن کی جو پہچان کر چالیس برس کے فاصلہ پر اُن سے) دور ہٹ جائے گی۔

روزی میں برکت

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان کے آخری دن بیان فرمایا اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا برکت والا مہینہ آیا۔ وہ مہینہ جس میں ایک رات (ایسی بھی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس ماہ مبارک) کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اس کی رات میں قیام تطوع یعنی سنت ہے۔ جو اس میں نیکی کا کام کرے تو ایسا ہے جیسے اور کسی مہینے میں فرض ادا کیا۔ اور اس میں جس نے فرض ادا کیا تو ایسا ہے جیسے اور دنوں میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ اور یہ مہینہ مواسات (یعنی غمخواری اور بھلائی کا ہے اور اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ جو اس میں روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہوں کے لیے مغفرت ہے اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جائے گی۔ اور اس افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا۔ بغیر اس کے کہ اُس کے اجر میں کچھ کمی ہو۔ ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ ہم میں کا ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ یہ ثواب تو اس شخص کو دے گا جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلایا اُس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کا اول یعنی ابتدائی دس دن) رحمت ہے اور اس کا اوسط درمیانی دس دن مغفرت ہے اور آخر (آخری دس دن جہنم سے آزادی ہے جو اپنے غلام پر اس مہینے میں تخفیف کرے (یعنی کام کم لے) اللہ (عدوجل) اسے بخش دے گا۔ اور جہنم سے آزاد فرما دے گا۔ (بیہقی)

ہر شب ساٹھ ہزار کی بخشش

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے:- رمضان شریف کی ہر شب آسمانوں میں صبح صادق تک ایک منادی یہ ندا کرتا ہے، اے اچھائی مانگنے والے ختم کر مانگنا، اور خوش ہو جا کیوں کہ تیری دعاء قبول ہو چکی ہے، اور اے شریر شر سے باز آ جا اور عبرت حاصل کر۔ ہے کوئی مغفرت کا طالب! کہ اُس کی طلب پوری کی جائے۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا! کہ اُس کی توبہ قبول کی جائے۔ ہے کوئی دعاء مانگنے والا! کہ اس کی دُعا قبول کی جائے۔ ہے کوئی سائل! کہ اُس کا سوال پورا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر شب میں افطار کے وقت ساٹھ ہزار گناہ گاروں کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے۔ اور عید کے دن سارے مہینے کے برابر گناہ گاروں کی بخشش کی جاتی ہے۔

روزانہ دس لاکھ گناہ گاروں کی دوزخ سے رہائی

آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی طرف نظر فرمائے تو اسے کبھی عذاب نہ دے گا۔ اور ہر روز دس لاکھ گنہگاروں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب انتیسویں رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے اُن کے مجموعہ کے برابر اُس ایک رات میں آزاد کرتا ہے۔ پھر جب عید الفطر کی رات آتی ہے۔ ملائکہ خوشی کرتے ہیں اور اللہ اپنے نور کی خاص تجلی فرماتا ہے۔ اور فرشتوں سے فرماتا ہے، اے گروہ ملائکہ، اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کر لیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اُس کو پورا پورا اجر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مشکوٰۃ، بیہقی، تفسیر نعیمی

نام۔ محمد ثابت رضا قادری

متعلم۔ جامعہ مکیہ

جماعت۔ اعدادیہ

موسم گرما

سال میں چار موسم ہوتے ہیں بہار گرمی خزاں اور سردی بہار کے بعد گرمی کا موسم آتا ہے گرمی کا موسم سال کا سب سے گرم ہوتا ہے اس میں دن بڑے ہوتے ہیں اور راتیں چھوٹی، ہندوستان میں گرمیوں کا آغاز اپریل سے ہو جاتا ہے جون جولائی سخت گرم مہینے ہوتے ہیں پندرہ جولائی یعنی ساون کی پہلی تاریخ کو جب مون سون ہندوستان پہنچتا ہے تو موسم گرم ہو جاتا ہے یہاں یہ موسم ستمبر تک رہتا ہے سال کا سب سے بڑا دن 21 جون اسی موسم میں ہوتا ہے اس موسم میں سورج کی تپش بہت زیادہ ہوتی ہے گرمی کا موسم تب ہوتا ہے جب شعاعیں سیدھی پڑتی ہیں گرمی کے موسم میں ہم ہلکے ہلکے لباس پہنتے ہیں اس موسم میں انسان اور حیوان سب سایہ دار اور ٹھنڈی جگہ کی تلاش کرتے ہیں گرمی کے موسم میں بچوں کو آئس کریم اور قلفی کھانے میں بہت مزہ آتا ہے میٹھے میٹھے آم اور کئی رسیلے پھل مثلاً تربوز، خربوزہ، انگور اور توت وغیرہ بہت شوق سے کھاتے ہیں لوگ موسم گرما کے دوران باہر زیادہ سے زیادہ وقت صرف کرتے ہیں اور باسکٹ بال، فٹ بال والی بال، اسکیٹ بورڈینگ، سافٹ بال، کرکٹ، ٹینس اور واٹر پولو کے کھیل بھی کھیلے جاتے ہیں تیراکی کا کھیل بھی بڑے شوق سے لوگ کھیلتے ہیں۔ ہم سب گرمی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کرتے ہیں جب بارش ہوتی ہے تو لوگ بارش میں نہانے کا خوب لطف اٹھاتے ہیں تیز بارش میں بعض لوگوں کو پکوڑے کھانے میں بہت لطف آتا ہے گرمیوں اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں عام طور پر گرم موسم اور طویل دنوں کا فائدہ اٹھانے کے لئے موسم گرما کا بہترین موسم ہے اگرچہ تاریخ مختلف ہوتی ہیں

تقریباً تمام ممالک میں بچوں کو موسم گرما کے دوران ہی چھٹی دی جاتی ہے۔ ہندوستان میں جون کے شروع میں ہی چھٹی دی جاتی ہے غرض کہ موسم گرما میں جتنے کام ہم کر سکتے ہیں موسم سرما میں نہیں کر سکتے۔

نام: محمد امن قادری

جماعت: اعدادیہ

ہمارا ملک ہندوستان

قدرت نے ہمارے ملک ہندوستان کو طرح طرح کی معدنی اشیاء دی ہے۔ مثلاً کوئلہ، لوہا سونا چاندی نمک اور مٹی کا تیل وغیرہ۔ ان چیزوں کے خزانے ہمارے ملک کی دھرتی کے اندر موجود ہیں ہمارے ملک میں تین موسم ہے جاڑے کا موسم گرمی کا موسم برسات کا موسم ہمارے ملک میں گیہوں چاول مکا گنا تمباکو ترکاریاں اور پھل کی کھیتی ہوتی ہیں جن کا ذیل کی سطروں میں مفصل بیان آئے گا۔ ہندوستان کے میدانی علاقوں میں مختلف موسم ہوتے ہیں مثلاً پنجاب دہلی یوپی اور بہار کے صوبوں میں گرمی سردی اور بارش خوب ہوتی ہے کبھی کبھی ان تینوں موسموں کی زیادتی سے لوگ بے حد پریشان ہو جاتے ہیں ساحلی علاقوں میں آب و ہوا معتدل رہتی ہے ہمارے یہاں عام طور پر موسم کو سال کے تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں جاڑے کا موسم اکتوبر سے مارچ گرمی کا موسم مارچ سے جون برسات کا موسم جون سے اکتوبر تک رہتا ہے۔

آب و ہوا کے لحاظ سے ہم ہندوستان کو درج ذیل حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔

گرم اور نہایت مرطوب علاقے

ان علاقوں میں آسام تھوڑا سا بنگال نالہ پار اور کارکن شامل ہیں۔

۲۔ گرم اور مرطوب علاقے

ان میں مغربی بنگال اوڑیسہ مدراس اور مدھیہ پردیش شامل ہیں

۳۔ گرم اور معمولی بارش کے لاحقے

ان علاقوں میں کرنٹک حیدرآباد میں سور وغیرہ شامل ہیں یہاں گرمیوں میں معمولی بارش اور معمولی گرمی اور جاڑوں میں معمولی سردی پڑتی ہے

۴۔ اچھی بارش کے علاقے

اس علاقے میں بہار اور یوپی کے کچھ حصہ شامل ہیں یہاں گرمیوں میں اچھی گرمی اور سردیوں میں اچھی سردی پڑتی ہے

۵۔ شدید اور معمولی بارش کے علاقے

یہ علاقہ مغربی اتر پردیش اور پنجاب کا بہت بڑا حصہ ہے۔ راجستھان کا پوربی علاقہ اور مدھیہ پردیش کا مغربی حصہ شامل ہے یہاں گرمیوں میں خوب گرمی اور جاڑوں میں خوب سردی ہوتی ہے گرمیوں کا موسم بالکل خشک رہتا ہے بارش بھی کم ہوتی ہے زیادہ تر برسات کے موسم میں گرمی کے مانسون سے اور جاڑوں میں سائیکلون سے بارش ہوتی ہے

ان میں جنوبی پنجاب اور راجستھان کا کچھ حصہ شامل ہے یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے گرمیوں میں انتہائی گرمی پڑتی ہے اور جاڑے میں خوب سردی ہوتی ہے

ہندوستان کے قدرتی نباتات

نباتات کو ہم دو حصوں میں بانٹ سکتے ہیں پہلا قدرتی نباتات زرعی نباتات ہندوستان کی قدرتی میں زیادہ تر جنگلات ہیں ان کا اور بارش کا گہرا تعلق ہے اس لیے بارش کی مقدار کے لحاظ سے ہی جنگلات کے قسمیں کی گئی ہیں۔

بہار جنگل۔۔ یہ جنگلات عام طور پر ان علاقوں میں پائے جاتے ہیں جہاں اسی انچ سے زیادہ بارش ہوتی ہے ان جنگلوں میں مغربی گھاٹ کو رویہ مالا یعنی آسام میں بڑے اونچے درخت ہوتے ہیں ان میں انسان کا گزرنا بھی بہت مشکل ہوتا ہے۔

۲۔ پت جھڑ۔۔ یہ جنگلات ان علاقوں میں ہیں جہاں 45 سے 80 انچ بارش ہوتی ہے ان درختوں کے پتے گرمیوں میں گر جاتے ہیں بارش کافی زیادہ ہوتی ہے بہار، بنگال اور بمبئی میں بعض علاقوں میں ایسے ہی ہیں۔

۳۔ خشک جنگلات

چالیس سے کم بارش والے علاقوں میں خشک جنگلات پائے جاتے ہیں یہ زیادہ گھنے نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کے درخت زیادہ اونچے ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں کھیتیاں

کسی ملک کی زراعت کا دار و مدار زیادہ تر تین چیزوں پر ہوتا ہے نمبر 1 اس جگہ کی طبعی حالت نمبر دو اس جگہ کی آب و ہوا نمبر تین جگہ کی زمینیں حالت اور ہمارے ملک کا زیادہ تر حصہ دریا دریاؤں کی لائی ہوئی مٹی سے بنا ہے یہاں کی آب و ہوا بھی اچھی ہے اور بارش بھی خوب ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ شمالی ہندوستان میں دو فصلیں پیدا ہوتی ہیں ایک گرمی کی دوسری جاڑے کی اور جنوبی ہندوستان میں جہاں قریب قریب سال بھر تک موسم ایک سا ہی رہتا ہے جن کو معتدل آب و ہوا کی ضرورت ہے ورنہ پیدا ہی نہیں ہوتی ہیں آب و ہوا کا اثر یہ بھی پڑھتا ہے کہ مختلف قسم کے پودوں کو مختلف قسم کی آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً چاول سنئی، جوار، اور مکہ کی فصل وغیرہ گرمیوں میں خاص طور سے موسم برسات میں ہوتی ہیں، اور گیہوں چنا، اور جو، وغیرہ کی فصلیں موسم سرما میں۔ اگر ان کو موسموں کے حساب سے پیدا نہ کی جائے تو کوئی بھی چیز فائدہ نہ ہوگی ہمارے ملک میں دو ہی بڑی فصلیں ہیں فصل ربیع، اور فصل خریف، گرمیوں میں۔

گیہوں۔

اس کو بونے کے وقت ہلکی سردی اور خوب اچھی زرخیز مٹی کی ضرورت ہے اگنے اور بڑھنے کے وقت کبھی کبھی پانی کی ضرورت پڑتی ہے جہاں بارش نہیں ہوتی ہے وہاں سینچائی کے ذریعہ پانی کی کوپورا کیا جاتا ہے پکنے کے وقت گرمی اور خشکی کی ضرورت رہتی ہے اس کی کاشت پنجاب اتر پردیش اور مدھیہ پردیش میں خوب ہوتی ہے زیادہ گرمی اور زیادہ نمی اس کی جانی دشمن ہے۔

چاول

چاول کئی قسمیں ہیں اور کئی طرح سے بویا بھی جاتا ہے چاول کے پانی بہت درکار ہوتا ہے یہ سات انچ بارش والے علاقوں میں خوب پیدا ہوتا ہے گرم اور مرطوب ہوا کی اس کو بھی بہت ضرورت ہوتی ہے۔

جوار اور باجرہ

یہ ہندوستان کے غریبوں کا اناج ہے اس کی پیداوار کا دار و مدار بارش پر ہے کم بارش والے علاقوں میں زیادہ پیدا ہوتا ہے راجستھان مغربی پنجاب اتر پردیش اور دکن میں خوب پیدا ہوتا ہے۔ برسات شروع ہوتے ہی کسان ان کو بودیتے ہیں ان کے ساتھ اور دمونگ اور تلہن وغیرہ بھی بودیتے ہیں۔

مکا

یہ ان علاقوں میں خوب پیدا ہوتی ہے جہاں 30 انچ سے 40 انچ بارش ہوتی ہے جہاں نہروں اور کنوؤں کا پانی مل سکتا ہے وہاں بھی پیدا ہو سکتی ہے اس کو خوب گرمی اور خوب دھوپ کی درکار ہے اس کے خاص علاقے پنجاب اتر پردیش اور بہار ہیں۔

گنا

اس کو نہایت زرخیز مٹی اور گرم مرطوب آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہے یہ 45 انچ بارش والے علاقے میں پیدا ہوتا ہے

تمباکو

اس کی پیداوار ہندوستان کے تقریباً ہر علاقے میں ہوتی ہے اس کو کھاد اور پانی کی بڑی ضرورت ہے اس کے مخصوص علاقے مدراس گوداوری کاڈیلٹا منگیئر سہارنپور فرخ آباد بدایوں گجرات اور ترچنا پلی ہے۔

ترکاریاں اور پھل

ہمارے شہروں میں ہر قسم کے پھل اور ترکاری ملتی ہیں ہر موسم کی الگ الگ ترکاریاں اور پھل ہوتے ہیں گاؤں اور شہروں والے ان سب کا خوب استعمال کرتے ہیں مسالوں میں لہسن، ادراک، دھنیا، وغیرہ اور ترکاریاں آلو، کدو، مولی، شلجم، بیگن، اور ٹماٹر، تقریباً ہر جگہ ہی پیدا ہوتے ہیں۔ پھلوں میں امرود، جامن، آنا، بڑے مشہور پھل ہیں۔ گرم اور مرطوب ہوا میں پیدا ہوتے ہیں۔ اتر پردیش، بہار، میں امرود بہت پیدا ہوتے ہیں۔ سنترہ ناشپاتی اور انار، سیب، انگور وغیرہ بھی مختلف علاقوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

مضمون نگار۔ مونس رضا قادری

جماعت۔ اعدادیہ

خانقاہِ راہِ سلوک کے شعبہ جات

جامعہ مکیہ خانقاہِ راہِ سلوک کا تعلیمی شعبہ ہے، جس کے ماتحت ایک عربی-انگریزی میڈیم رہائشی ادارہ ہے، جو طلباء کو اسلامی اور جدید دونوں تعلیم حاصل کرنے کا اہتمام کرتا ہے، جس میں عالم فاضل کے ساتھ ساتھ میٹرک / ہائی اسکول (دسویں) کا مشترکہ کورس، حفظ القرآن اور کمپیوٹر ڈپلومہ وغیرہ کرایا جاتا ہے۔

میں میسر کورسز

آن لائن کورسز

- ۱۔ مولوی کورس پروفیشنل اور کالج اسٹوڈنٹ کے لیے
- ۲۔ تربیت سالکین کورس
- ۳۔ عربی ڈپلومہ
- ۴۔ عربی انکش بول چال
- ۵۔ قرآن ناظرہ
- ۶۔ لاسٹ کورس
- ۷۔ مبلغ کورس

الجامعۃ المکیۃ

آن لائن کورسز

- ۱۔ عالم فاضل
- ۲۔ مولوی
- ۳۔ حفظ القرآن
- ۴۔ ہائی اسکول انکش میڈیم
- ۵۔ عربی ڈپلومہ
- ۶۔ کڈز پرائمری اسکول
- ۸۔ کمپیوٹر ڈپلومہ
- ۹۔ سیلگریانی



FTF

PRIVATE LIMITED

Chandpur, Moradabad, UP - 244402

قیو. ایف. ٹی. ایف. ہمارا تجارتی شعبہ ہے، جس میں روز مرہ کے استعمال کی جانے والی ساری ضروریات کی چیزیں تیار کی جاتی ہیں، جس کا مقصد قوم کو حلال روزگار کے ساتھ حلال اور پاک چیزیں فراہم کرانا ہے۔

F.Q.
PHARMACY

A Symbol Of Sympathy



ایف. قیو. فارمیسی خانقاہِ راہِ سلوک کا ایک طبی شعبہ ہے، جس میں ماہرین طب کے ذریعے دیسی جڑی بوٹیوں سے مختلف امراض کی ادویات تیار کی جاتی ہیں۔ جس میں اب تک لگ بھگ ۱۵۰ گورنمنٹ سے رجسٹرڈ پروڈکٹس پر لگاتار کام جاری ہے۔



Why Donate us..?

The donations will be used for the expansion of the current infrastructure of the foundation, i.e., Arabic - English medium school & madarsa in various parts of the country, premises for Khanqah, and daily Langar Shreef provided for everyone at the Khanqah. Apart from this, the donation would also be used for reformatory and welfare projects for the needy.

Zakat Fitra Ushr Sadaqaat

**Khanzul Iman Fi Saqafatil
Quran Educational Society
Sbi A/c No :32958297245**



Qarz e Hasanah Foundation

This is our financial department which deals with helping the poor, orphans, and needy people with financial support. We help people in setting up businesses, provide support in marriages of daughters, support orphans, and widows, and distribute clothes/blankets to the needy on regular basis.

Imdad And Nafila Donations

**Qarz -E-Hasnah Foundation
Sbi -A/c No:34578570005
Ifsc Code:SBIN0011176**



Arabic-English Medium Schools

The Foundation / Khanqah Rahe Sulook is running separate schools for both boys and girls. The students are taught with the best of both schools and madarsa curriculums and taught in both Arabic & English mediums. Students are provided with facilities like well flourished & rich library, computer lab, and 24-hour electricity. Khanqah provides financial aid to economically weak students.

Jamiya Khazainul Irfan Lil Banat

**Sbi A/c No :35156408354
Ifsc : SBIN0011176**

